© rasailojaraid.com

جنوبی ہند میں اسلام کا تعارف

جناب یاسمین شبنم شیروانی۔ ایم اے

ہندوستان زمانۂ قدیم میں اپنے مالی اور قدرتی خزانوں کے لیے دنیا بھر میں مشہور تھا اور سونے کی چڑیا کہلاتا تھا۔ عرب، فلسطین اور مصر سے ہندوستان کے تجارتی تعلقات قدیم زمانہ ہی سے تھے۔ مشرق اور مغرب کی باہمی تجارت میں عربوں نے سب سے نمایاں حصہ لیا۔ ہند و عرب کے تعلقات کا نقطۂ آغاز فتوحاتِ اسلامیہ سے بہت پہلے ظہورِ اسلام سے بھی قبل عہدِ جاہلیت ہے۔ "زمانہ قدیم ہی سے عربوں کے تجارتی تعلقات ہندوستان سے تھے۔ عرب ہندوستانی خوشبو عود اور ہندوستانی تلواروں کو بہت پسند کرتے تھے۔ ہندوستانی لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو ان کے یہاں مہنّد کہتے تھے[1]" ہندوستان سے ان کے تعلقات کس قدر گہرے اور وسیع تھے اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ہندوستان سے متعلق اپنے مطالب کے اظہار کے لیے لفظِ ہند سے کئی الفاظ مشتق کر لیے تھے مثلاً مہنّد، ہندوانی، ہندی، تہنید حتیٰ کہ انھوں نے اپنی عورتوں کے نام ہندا اور ہندہ بھی رکھے ہیں اسلام سے قبل ہی ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں کچھ عرب تاجر آباد ہو گئے تھے۔

بعض احادیث و تفاسیر قرآن میں حضرت آدمؑ کے تذکرہ کے ضمن میں مختلف روایتوں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت آدمؑ کا جنت سے اخراج ہوا تو انھیں سرزمین ہند کے جزیرہ سراندیپ (لنکا یا سیلون) میں اتارا گیا جس کے ایک پہاڑ پر حضرت آدمؑ کے قدم کا نشان آج تک موجود ہے۔ مختلف روایتوں میں اس پہاڑ کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے مثلاً بعض کے نزدیک اس پہاڑ کا نام "نود" ہے اور بعض نے اس کا نام "واسم" بتایا ہے[2]۔ اور بعض لوگ اس پہاڑ کو "راہون" اور "بوذ" کے نام سے یاد کرتے ہیں[3]۔ غالباً اس پہاڑ کے ایک سے زیادہ نام رہے ہوں گے یا پھر میر غلام علی آزاد بلگرامی کی رائے کے مطابق مرورِ ایام کے ساتھ پہاڑ کے نام بدلتے رہے ہوں گے[4]۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم کے حوالے سے مولانا سید سلیمان ندوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی گرانقدر تصنیف "عرب و ہند کے تعلقات" میں فرماتے ہیں کہ "ہندوستان میں حضرت آدمؑ جس جگہ اتارے گئے اس کا نام "دہنا" ہے۔" اسی دہنا کو شیخ علی رومی نے "دہنی" کہا ہے بہرحال سید صاحب کا خیال ہے کہ یہ دہنا، ہندی دکھنا یا دکھن ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصہ کا مشہور نام ہے۔ اس سلسلہ کی بہت سی روایات کو میر غلام علی آزاد نے اپنی تصنیف "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" میں جمع کر دیا ہے۔ بغوی اور خازن جیسے مفسرین نے ان روایتوں پر اعتماد کیا ہے اور بغیر کسی جرح کے انھیں نقل کیا ہے۔ (بغوی مع الخازن مطبوعہ مصر ۱/۴۲) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان سے مسلمانوں کا تعلق محمد بن قاسم کی فتح سندھ یا محمود غزنوی کی فتوحات سے ہوا ہے لیکن بقول مولانا سید سلیمان ندویؒ "وہ (مسلمان) اس ملک کو اپنا مفتوحہ ملک نہیں سمجھتے بلکہ اپنا موروثی اور پدری وطن سمجھتے ہیں اور جو نہیں سمجھتے انھیں سمجھنا چاہیے" ہندوستان میں نزولِ آدمؑ سے متعلق اکثر روایات جن کا اوپر ذکر آچکا ہے، جو سرزمین ہند کو نہ صرف مسلمانوں کا بلکہ بنی نوع انسان کا موروثی وطن ثابت کرتی ہیں تاریخی شواہد سے محروم ہیں اور ہندوستان میں نزولِ آدمؑ کا موضوع ایک اختلافی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ لیکن اگر تاریخی نظر سے دیکھا جائے تب بھی یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہندوستان میں عرب مسلمان محمد بن قاسم کی فتوحاتِ سندھ اور غزنوی حملوں سے بہت پہلے آچکے تھے اور یہاں ان کی نوآبادیاں قائم تھیں۔

دنیا کے نقشہ پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہند و عرب براعظم ایشیا کے دو ایسے ہمسایہ علاقے ہیں جن کے درمیان وسیع سمندر حائل ہے جس کا ایک کنارہ عرب، یمن، حضرموت اور حجاز کے ساحلوں تک پھیلا ہوا ہے اور دوسرا کنارہ جنوبی ہند مالابار اور مدراس کے ساحلوں سے ملا ہوا ہے یمن اور حضرموت کے صوبے جنوبی ہند (کولم و کالی کٹ) کے مقابل ہیں اس طرح یہ ایک ہی سمندر ہے جس نے تکونی شکل اختیار کرلی ہے اس سمندر کا تیسرا حصہ باب المندب سے گزر کر بحر قلزم تک جا پہونچا ہے۔ اس سمندر کا جو حصہ عرب سے ملا ہوا ہے وہ "بحر عرب" اور جو ہند سے ملحق ہے وہ "بحر ہند" کہلاتا ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کا جغرافیائی ڈھانچہ کچھ اس طرح کا ہے کہ یہ علاقہ تین اطراف سے پانی میں گھرا ہوا ہے اور چوتھی طرف خشک و بنجر ریگستان ہے۔ اس جغرافیائی تضاد کی بنا پر وہاں کی آبادی بھی دو طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ریگستان میں انسانی زندگی کے وسائل بہت ہی محدود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ زمین بنجر اور ناقابلِ کاشت ہے لہٰذا ریگستانی لوگ جنھیں "بدو" کہلاتے ہیں گلہ بانی اور خانہ بدوشی کی زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ عرب آبادی کا دوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو نخلستان میں آباد ہیں۔ یہ لوگ عہدِ قدیم سے ہی ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم رہے ہیں۔

سمندر کے کنارے کے ملک فطری طور پر تجارتی ہوتے ہیں لہٰذا عرب کی اس قوم نے بھی تجارت کو ہی اپنا پیشہ بنایا اور ایک تاجر قوم کی حیثیت سے ابھر کر دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کیے۔ بقول سید سلیمان ندوی "یہ (تجارت) ہی پہلا رشتہ ہے جس نے ان دونوں قوموں کو باہم آشنا کیا۔ عرب تاجر ہزاروں سال پہلے سے ہندوستان کے ساحل تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہونچاتے تھے اور وہاں کے سامان کو ہندوستان جزائرِ ہند اور چین تک لے جاتے تھے۔[9] ڈاکٹر تاراچند کے لکھنے کے مطابق حضرت سلیمانؑ سونا اوفر (موجودہ جے پور) سے منگواتے تھے اور چاندی، ہاتھی دانت مور اور بندر بھی یہیں سے جاتے تھے۔[10]

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عربوں کی ہند میں آمد و رفت یک طرفہ تھی یعنی ہندوستانیوں نے اپنے ملک کی حدود سے نکل کر دوسرے ممالک سے تعلقات استوار نہیں کیے تھے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اگرچہ ہندوستانی عربوں کے مقابلہ میں ہندوستان سے کم نکلتے تاہم حقیقت یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے لوگوں نے دوسرے ممالک میں جاکر نہ صرف سکونت اختیار کی بلکہ وہاں جاکر اچھا خاصا اثر ورسوخ بھی پیدا کیا چنانچہ جزائر شرق الہند، غرب الہند، انڈونیشیا اور انڈو چائنا ہندوستان کی نسبت سے مشہور ہیں اور اسی نسبت سے ہندوستانیوں کی ان علاقوں میں بالادستی کا اظہار ہوتا ہے۔[11] بدھ مت کے مبلغین کے مذہبی آثار مشرقی ایشیا کے کونہ کونہ میں بکھرے پڑے ہیں۔ مشرقی ایشیا کے علاوہ مغربی ایشیا کے ممالک یمن، قطر، حضرموت بحرین، سمار، اور اشجر کے ساحلی علاقوں پر بھی ہندوستانیوں نے سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ اور بعض جگہ یہ لوگ برسرِ اقتدار بھی تھے۔ اس طرح عربوں میں یہ لوگ جانے پہچانے تھے اور عرب انھیں زط (جاٹ) سیابجہ (سندھی) اساورہ اور اسامرہ کے ناموں سے یاد کرتے تھے اس طرح ہندو عرب کے لوگ ایک دوسرے کے لیے بیگانہ نہ تھے۔

ظہورِ اسلام کے بعد ہندوستان میں جو عرب جہاز رانی اور تجارت کی غرض سے آئے وہ قدرتی طور پر مسلمان تھے اور اپنے نئے دین کی تبلیغ کا غیر معمولی شوق رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی تعلیمات نے انھیں یکسر بدل ڈالا تھا۔ وہ حلم و بردباری، حق و صداقت اور دیانت وامانت کے پیکر بن چکے تھے۔ ان مسلمان عربوں نے جنوبی ہند کے اکثر مقامات پر اپنی نوآبادیاں قائم کیں اور اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ ظہورِ اسلام کے بعد بہت سے عرب سیاح اور مسلمان درویشوں نے ہندوستان کا رخ کیا اور آہستہ آہستہ جنوبی ہند میں مسلمانوں کی آبادیاں بڑھنے لگیں۔ اس طرح عرب تاجروں اور مسلمان درویشوں کے ذریعہ جنوبی ہند میں اسلام کا تعارف ہوا۔

اُس وقت ہندوستان میں مذہبی اور سیاسی انتشار کا دور دورہ تھا سیاسی طور پر ہر طرف طوائف الملوکی تھی اس کے ساتھ ہندوستان تہذیبی، سماجی، مذہبی اور معاشرتی اعتبار سے بھی دو بڑے حصّوں میں منقسم تھا یعنی شمالی ہند اور جنوبی ہند۔ ان دونوں علاقوں کے لوگ ایک دوسرے سے قطعی مختلف تھے۔ سیاسی طور پر بھی یہ علاقے کبھی ایک راجہ کے زیرِ اقتدار نہ رہ سکے تھے۔ بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت شمالی ہند پر راجہ ہرش وردھن کی حکومت تھی وہ ۶۰۶ء میں تھانیسر کے تخت پر بیٹھا اور کچھ ہی مدت میں اس نے آسام سے سندھ تک اور ہمالیہ سے نربدا تک کا علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس وقت ہندوستان کا قدیم انقلابی مذہب بدھ مت اپنی تمام تر خصوصیات کو چھوڑ کر بڑی حد تک ہندو مذہب سے متاثر ہو چکا تھا۔ راجہ ہرش نے اس مخلوط مذہب کی سیاسی مقاصد کے پیشِ نظر خوب حوصلہ افزائی کی وہ سورج اور شیو کے ساتھ ساتھ بدھ کی بھی پوجا کرتا تھا۔ اور اکبر کی طرح اس کے دربار میں اس وقت کے مختلف مذاہب کے علماء یکساں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اس طرح وہ ہندوستان کے قدیم راجاؤں میں مہاراجہ بن کر ابھرا۔ آخر عمر میں راجہ نے سنیاس لے لیا اور ۶۴۷ء میں وہ مر گیا۔ اس نے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا تھا لہٰذا اس کے بعد ہندوستان پھر سے سیاسی بحران میں گھر گیا چھوٹے چھوٹے راجے مہاراجے خود مختار ہو کر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ پورا سماج اونچ نیچ، ذات پات کی تفریق اور امیری وغریبی کی بنیاد پر بہت سے طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ اور سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ ہر طبقہ اپنی حالت پر قانع تھا اور ان میں کسی اصلاحی تحریک کی گنجائش نہ تھی برائی اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اس کو محسوس بھی نہیں کیا جاتا تھا۔

اسی طرح جنوبی ہند میں بھی سیاسی، مذہبی اور سماجی شورید ہ سری کا دور دورہ تھا۔ یہ علاقہ بھی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹا ہوا تھا۔ چیرامن خاندان کے راجاؤں نے ان چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستوں کو متحد کر کے ایک مرکز کے تحت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاقہ میں مذاہب کی کشمکش سے بڑا ہیجان تھا۔ جین اور بدھ مذہب ہندوستان کی قدیم تاریخ میں غیر معمولی اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ مذاہب شروع میں برہمنی نظام کے سخت حریف ثابت ہوئے تھے لیکن اب جدید ہندو مذہب اپنی بالا دستی کے لیے جین مت اور بدھ مت سے برسرپیکار تھا۔ سیاسی طور پر چیرامن خاندان کمزور ہوتا جا رہا تھا اور چھوٹے چھوٹے راجے طاقتور ہوتے جارہے تھے۔ سماجی ابتری بھی اپنی انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ ہندو سماج جو بہت سے طبقوں میں بٹا ہوا تھا ان میں شودر کی حالت سب سے زیادہ خستہ تھی۔ یہ سماج کے سب سے ادنیٰ درجہ میں شمار کیے جاتے تھے اور ہندو سماج میں ان کے لیے بہت سے ظالمانہ اور تضحیک آمیز قوانین وضوابط تھے مثال کے طور پر شودر مہینہ میں صرف ایک بار حجامت بنوا سکتے تھے، اگر کوئی شودر کسی برہمن کو چور کہہ دیتا تو اس کے جسم کا کوئی عضو کاٹ دیا جاتا تھا، شودر کسی برہمن یا اونچی ذات کے شخص سے بدکلامی کرتا تو اس کی زبان میں سوراخ کر دیا جاتا تھا۔ شودر کے لیے مذہب کی تلقین کرنا اور صلح ومشورہ دینا جائز نہ تھا اور ان کے عقیدہ کے مطابق جو شودر ایسا کرے وہ بدترین دوزخ میں جائے گا[۱۳]۔ ملیبار اور اس کے اطراف میں جو پرانی قوم آباد ہے جسے نائر کہتے ہیں یہ عام ہندوؤں سے بہت مختلف ہیں اور ان میں اب بھی قدیم وحشت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان کو برہمن بہت ذلیل سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ سختی سے چھوت چھات برتتے تھے اگر اونچی ذات کا ہندو ان سے چھو جاتا تو وہ غسل کرنے سے پہلے کچھ کھا نہیں سکتا تھا اور اگر وہ کھا لیتا تو سردار اسے برادری سے خارج کر کے نیچ ذاتوں کے ہاتھ بیچ دیتا تھا اور اس کی باقی عمر غلامی میں گزرتی تھی یا پھر دوسری صورت یہ ہوتی کہ وہ بھاگ کر کسی ایسی جگہ پناہ لے جہاں کوئی اس کے حال سے واقف نہ ہو۔ خطا کار لڑکا یا عورت ہوتی تو شہر کا حاکم اسے گرفتار کر کے قید کرنے یا کسی کم رتبہ شخص کے ہاتھ فروخت کر دینے کا حق رکھتا تھا[۱۴]۔ اسی طرح یہاں کی عورتوں پر یہ ظلم ہوتا تھا کہ وہ بیک وقت کئی شوہروں کی تابعدار ہوتی تھیں[۱۵]۔ غرض اس زمانہ میں سیاسی ومذہبی انتشار، اور اخلاقی وسماجی ابتری نے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ جس میں لوگوں کے ذہن پریشان اور پراگندہ تھے۔ اس گھٹی ہوئی فضا میں سچے عقائد اور اعمال صالح کی ضرورت تھی۔ پریشان ذہن صاف ستھرے خیالات قبول کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ لہٰذا ان سازگار حالات میں اسلام دل ودماغ کو متاثر کرنے والے عقائد اور مکمل مساوات کا عملی نظام اپنے ساتھ لایا۔ اسلام اپنی تعلیمات کی سادگی اور فطرتِ انسانی کے اصولوں کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے "دینِ فطرت" ہے اس کی خوبیاں بے ساختہ انسان کی صالح عقل کو اپنی طرف متوجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرلیتی ہیں اور جلد یا بدیر قبولیت کا درجہ حاصل کرلیتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے لوگ بہت جلد عرب سے اٹھنے والی اس دعوت میں دلچسپی لینے لگے تھے اور پہلی صدی ہجری میں ہی اسلام ہندوستان کے باشندوں کو متاثر کرچکا تھا۔ اب کوئی اونچی ذات کا ہندو کسی نائر سے چھوجانے اور غسل کیے بغیر کچھ کھاپی لینے کے جرم میں غریب الوطنی، قید اور غلامی کی صعوبتیں اٹھانے کے لیے مجبور نہ تھا بلکہ وہ اسلام کے سایہ میں پناہ لے کر عزت واحترام کی زندگی بسر کرسکتا تھا چنانچہ یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام کی طرف متوجہ ہونے والے مقامی لوگوں میں بڑی تعداد ایسے ہی مظلوم لوگوں کی رہی ہوگی۔

جنوبی ہند میں اسلام کے مراکز

اس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کی فاتح کی حیثیت سے آمد سے بہت پہلے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم ہونے لگی تھیں۔ اور ان علاقوں میں اسلام کے متعدد مراکز قائم ہوچکے تھے جن میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

(۱) سراندیپ (لنکا یا سیلون)

جنوبی ہند میں اسلام کی آمد واشاعت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا اہم ذریعہ عرب اور ایرانی سیاحوں کے سفرنامے ہیں چنانچہ بزرگ بن شہریار جو ایک جہازراں تھا اور عراق وہندوستان کے ساحلوں کے علاوہ چین اور جاپان آتا جاتا تھا۔ اس نے خود اپنے اور اپنے ساتھیوں کے سفری مشاہدات عربی میں "عجائب الہند" کے نام سے قلم بند کیے ہیں۔ چنانچہ بزرگ بن شہریار نے سراندیپ کے جوگیوں سنیاسیوں اور ان کی ریاضتوں کا تذکرہ کیا ہے ساتھ ہی شہریار نے یہ بھی بتایا ہے کہ "یہ لوگ مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف خاصے مائل ہیں"[۱۰] بزرگ بن شہریار نے سراندیپ کے جوگیوں اور سادھوؤں کی جو تصویر کھینچی ہے اس کی بنا پر مولانا سید سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ یہ لوگ بدھ مذہب کے پیرو رہے ہوں گے[۱۱] سراندیپ میں اسلام کی آمد سے متعلق فرشتہ کا بیان ہے کہ چونکہ اسلام سے پہلے ہی عرب ان جزیروں میں تجارت کی غرض سے آتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے اس لیے سراندیپ کے راجہ کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا اور صحابہ کرام ہی کے زمانہ میں سنہ ۸ھ (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں) میں مسلمان ہوگیا تھا[۱۲] فرشتہ کا بیان ایک فاضل[۱۳] کے نزدیک زیادہ مستند نہیں کیونکہ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے لیکن بزرگ بن شہریار نے اپنی تصنیف "عجائب الہند" میں جنوبی ہند کے جو حالات لکھے ہیں ان سے فرشتہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر شہریار سراندیپ میں اسلام کے تعارف کے ضمن میں پھر لکھتا ہے کہ "سراندیپ اور اس کے آس پاس والوں کو جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے ایک سمجھدار آدمی کو تحقیقِ حال کے لیے عرب روانہ کیا وہ رکتا رکتا جب مدینہ پہونچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت بھی ختم ہو چکی تھی اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ تھا۔ وہ ان سے ملا اور حضورؐ کے حالات دریافت کیے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ کے حالات تفصیل سے بیان کیے جب وہ واپس ہوا تو مکران (بلوچستان کے قریب) پہونچ کر مر گیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک ہندو ملازم تھا جو سراندیپ واپس پہونچا۔ اس نے رسول اللہؐ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سارا حال بیان کیا اور ان کی فقیرانہ و درویشانہ زندگی کا ذکر کیا اور حضرت عمرؓ کی تعریف کی اور بتایا کہ وہ کیسے خاکسار اور متواضع ہیں پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں اور مسجد میں سوتے ہیں"[19]۔

اس روایت کی تیسری تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جو سندھ پر محمد بن قاسم کے حملہ کا محرک بنا۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں اموی دور میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں حجاج بن یوسف عراق و ایران، مکران اور بلوچستان کا نائب تھا اس کے ساتھ اپنی دوستی کے اظہار کے طور پر سیلون کے راجہ نے ایک جہاز پر دوسرے تحفوں کے ساتھ ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عراق روانہ کیا جن کے والدین یہاں تجارت کرتے تھے اور انھیں لاوارث چھوڑ کر مر گئے تھے[20] لیکن بادِ مخالف کے تھپیڑے اس جہاز کو سندھ کی بندرگاہ دیبل کی طرف لے گئے جہاں کچھ کے بحری ڈاکوؤں نے اس جہاز کو لوٹ لیا اور عورتوں اور لڑکیوں کو قید کر لیا۔ بعد میں انتقامی کارروائی کے طور پر حجاج نے خلیفہ سے اجازت لے کر محمد بن قاسم کو سندھ پر لشکر کشی کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ ساری تفصیل خارج از بحث ہے لیکن ان مختلف روایتوں کا مشترکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سراندیپ کے لوگ حضرت محمدؐ کی حیاتِ طیبہ کے دوران ہی اسلام کی دعوت میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ اور اگر نزولِ آدمؑ سے متعلق روایات کو درست مان لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ سراندیپ دنیا میں حضرت آدمؑ کا پہلا جائے نزول بنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہندوستان میں اسلام کا پہلا مرکز بھی یہی سراندیپ ہے۔ بعثت کے بعد سراندیپ میں عربوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بڑھ گیا انھیں اس جزیرہ سے خصوصی لگاؤ ہو گیا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وہ اسے "جزیرۃ الیاقوت" کے نام سے یاد کرتے تھے۔[۱۵]

۲۔ مالدیپ

جزیرہ مالدیپ جنوبی ہند میں اسلام کا دوسرا اہم مرکز رہا ہے جسے عرب "جزیرۃ المُنْہَل" کہا کرتے تھے۔ اس جزیرہ کا سب سے مفصل حال ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے۔ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کا ہمعصر تھا اور اس کے زمانہ میں یعنی ۷۴۰ھ میں یہ جزیرہ پورے کا پورا مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں اور ان پر سلطان خدیجہ نامی ایک بنگالی خاتون حکمراں تھی۔ مالدیپ کے راجہ شنورازہ اور اس کی رعایا کے مسلمان ہونے کے سلسلہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ "یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے یہاں ہر مہینہ سمندر سے دیو کی شکل میں ایک بلا نکلتی تھی۔ لوگ جب اس بلا کو دیکھتے تھے تو ایک دوشیزہ کو سجا سنوار کے مندر میں جو سمندر کے کنارے تھا چھوڑ آتے تھے اور اگلے دن اس کی لاش مندر سے برآمد کرتے تھے۔ اتفاق سے مراکش کے ایک بزرگ شیخ ابوالبرکات کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ مالدیپ میں جس شخص کے مہمان ہوئے اس دفعہ اسی شخص کی اکلوتی بیٹی کو بھینٹ چڑھانے کی باری تھی۔ لیکن شیخ کی کرامت (یا دعا) سے سمندری بلا غائب ہوگئی اور اہلِ مالدیپ کو ہمیشہ کے لیے اس بلا سے نجات مل گئی۔ شیخ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر راجہ شنورازہ اور اس کی تمام رعایا نے اسلام قبول کر لیا۔[۱۶] ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ "وہاں کی اس مسجد کی محراب پر جسے نومسلم راجہ نے بنوایا تھا میں نے یہ کتبہ لکھا ہوا پایا "سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا"۔[۱۷] بہر حال اس وقت سے مالدیپ میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگئی۔ اور یہ مسلمان زیادہ تر مخلوط النسل عرب ہیں۔[۱۸]

۳۔ ملیبار

ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کا تیسرا بڑا مرکز جنوبی ہند کا وہ علاقہ ہے جو کیرالا یا ملیبار کہلاتا ہے۔ یہاں راجہ سامری (جسے مورخین زیمورین کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں) کے قبول اسلام کا واقعہ بہت دلچسپ اور متاثر کن ہے۔ جس کا تفصیلی ذکر علامہ زین الدین المعبری نے اپنی تصنیف "تحفۃ المجاہدین" میں کیا ہے۔ تحفۃ المجاہدین کی روایت کے مطابق اسلام کے ابتدائی دور میں ملیبار میں راجہ سامری یا زیمورین[۱۹] کے قبولِ اسلام کا واقعہ معجزہ شق القمر کی بنا پر ہوا۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ "یہودی اور عیسائی تاجروں کی ایک جماعت مدت سے کدنگلور میں آباد تھی۔ یہ شہر ملیبار کا دارالحکومت تھا۔ ایک مدت کے بعد فقراء کی ایک جماعت اس شہر میں وارد ہوئی یہ لوگ سیلون جارہے تھے تاکہ حضرت آدمؑ کے نقشِ قدم کی زیارت کریں۔ سامری کو ان کے آنے کا حال معلوم ہوا تو اس نے انھیں اپنے یہاں بلایا اور ان سے حضرت محمدؐ کا حال دریافت کیا۔ اس جماعت کے ایک معمر شخص نے نبی اکرمؐ کے حالات، دین اسلام کی حقیقت اور معجزہ شق القمر کی کیفیت بیان کی۔ جب راجہ نے ان باتوں کو سماعت کیا تو پیغمبرِ اسلام کی صداقت کو قبول کر لیا۔ اس کے دل میں نبی کریمؐ کی محبت جاگزیں ہوگئی اور وہ صدق دل سے ایمان لے آیا۔" لیکن راجہ اپنی حکومت کے سرداروں سے خائف تھا لہٰذا اس نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور درویشوں سے درخواست کی کہ وہ زیارت سے فارغ ہو کر پھر اس کے پاس آئیں۔ چنانچہ مسلمان درویش جب دوبارہ سامری کے پاس پہونچے تو اس نے ان کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے امراء کو بلا کر کہا کہ اب میں یادِ الٰہی میں مصروف ہونا چاہتا ہوں لہٰذا حکومت کا انتظام تم سب سنبھالو۔" یہ کہہ کر سامری نے اپنا ملک امراء میں برابر تقسیم کر دیا۔ اور خود چھپ کر مسلمان درویشوں کے ساتھ عرب چلا گیا۔ سامری نے اپنے امراء سے کہا تھا کہ میں فلاں مقام پر جا کر ایک ہفتہ تک عبادت کروں گا کوئی میری عبادت میں خلل نہ ڈالے، ایک ہفتہ بعد لوگوں نے اس جگہ جا کر دیکھا تو کچھ نہ پایا تب سے ان لوگوں میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا ہے کہ سامری آسمان کی طرف کوچ کر گیا ہے اور وہ پھر واپس آئے گا۔ چنانچہ ملیبار کے لوگ آج تک سامری جس رات اور جس جگہ سے غائب ہوا تھا اسی رات اور اسی جگہ جشن مناتے ہیں[۲۵]۔ ادھر سامری مسلمان درویشوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ بندرگاہِ شجر پر وہ بیمار ہوا اور مر گیا۔ مرض الموت میں مبتلا ہونے کے بعد اس نے مسلمانوں کو ملیبار کے ساتھ تجارت اور آمد و رفت کو جاری رکھنے اور ملیبار میں اسلام کی اشاعت کرنے کی تاکید کی۔ اور اپنے امراء کے نام ایک خط دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "ان غیر ملکی تاجروں کو تمام سہولتیں دو۔ انھیں مسجدیں بنانے کی اجازت دو اور اگر یہ ملیبار کو اپنا وطن بنانا چاہیں تو شوق سے بنائیں[۲۶]۔" تحفۃ المجاہدین کی اس روایت کو فرشتہ نے بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ سامری نے خود اپنے محل سے معجزہ شق القمر دیکھا تھا۔ جب اس نے اس عجیب و غریب واقعہ کی تحقیق کرائی تو آنحضرتؐ کے نبی ہونے اور اسلام آنے کا حال معلوم ہوا۔ ان ساری باتوں سے سامری اس قدر متاثر ہوا کہ چند لوگوں کے ساتھ کشتی سے حجاز پہونچا حضور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ملا ایمان لایا اور خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ واپسی میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بندرگاہ شہر ظفار پہونچا اور وہیں بیمار ہو کر مر گیا[۱۹]" فرشتہ کی اس روایت سے مولانا سید سلیمان ندوی کو اختلاف ہے[۲۰] لیکن اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ جنوبی ہند کے ایک راجہ کو صحابیٔ رسول ہونے کا شرف بھی حاصل ہو چکا تھا[۲۱]۔ بہر حال ان روایتوں میں سے جو بھی روایت صحیح ہو۔ مسلمانوں کی اس جماعت میں جس کے ساتھ سامری روانہ ہوا تھا اشرف بن مالک، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب شامل تھے۔ یہ لوگ ملیبار واپس آئے اور کدنگلور کے حاکم کو سامری کا خط دیا۔ وہ خط پڑھ کر سامری کے جملہ احکام کی تعمیل بجالایا اور ان مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح حسن سلوک سے پیش آیا اور انھیں تمام تر سہولتیں دیں۔ مالک بن حبیب نے سب سے پہلے کدنگلور میں مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے ملیبار کی سیاحت کی اور مختلف مقامات پر مکانات و مساجد تعمیر کرائیں۔ اور ہر مقام پر مسلمانوں کو آباد کیا۔

غرض اس واقعہ کے بعد ملیبار میں مسلمانوں کی آمد و رفت بڑھتی گئی۔ ملیبار کے اکثر حکام نے حاکم کدنگلور کی تقلید کرتے ہوئے ساحلی علاقوں میں مسلمانوں کو اپنی نوآبادیاں قائم کرنے کی اجازت دی اور عزت کے طور پر انھیں موپلا اور نوایت کے لقب سے نوازا گیا۔ موپلا کے معنی ممتاز لڑکا یا دولھا کے ہیں اور نوایت کے معنی خداوند یعنی آقا کے ہیں۔ اس علاقہ میں مسلمانوں کے احترام کا یہ عالم تھا کہ ایک مسلمان برہمن کے ساتھ بیٹھ سکتا تھا اور موپلوں کا مذہبی پیشوا جو تھنگل کہلاتا تھا سامری کے برابر پالکی میں بیٹھ سکتا تھا[۳۱]۔ اس قدر سہولتیں مل جانے کے سبب ان علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور انھوں نے تبلیغ کا کام باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں "ملیبار میں موپلا اور نوایت ان ہی عرب تاجروں کی یادگار نسل ہیں اور یہ ہی ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہیں۔ انھوں نے جس آہستگی، سکون اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا عیسائی مشنریز اور انگریز مورخین تک ان کی اس قابلیت کے مداح اور ستائش گر ہیں[۳۲]"۔

۴۔ معبر یا کارومنڈل

جنوبی ہند میں اسلام کا چوتھا مرکز معبر یا کارومنڈل رہا ہے جسے عرب معرب یا مندل کہتے ہیں[۳۳]۔ معبر کا نام بھی عرب سیاحوں اور تاجروں میں مشہور تھا۔ مختلف سیاحوں نے مختلف ادوار میں اس علاقہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعید مغربی نے چھٹی صدی ہجری کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے[۳۴]۔ ذکریا قزوینی (۶۸۲ھ) نے ساتویں صدی میں اس کا نام مندل لکھا ہے۔ اور یہاں کے عود اور لکڑی کی تعریف کی ہے[۳۵]۔ ابوالفداء (۷۳۲ھ ۱۳۱۳ء) نے راس کماری کو راس کمہری لکھا ہے[۳۵] اور لکھا ہے کہ یہاں باہر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھوڑے لائے جاتے ہیں" اس علاقہ کا نام چھٹی صدی ہجری سے سننے میں آتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساحل کا یہ حصہ چند صدیوں کے بعد عربوں کے استعمال میں آیا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں یہاں عربوں کا اچھا خاصا عمل دخل معلوم ہوتا ہے"[۲۶] وصّاف (المتوفی ۷۲۸ھ) اور "جامع التواریخ" کے مصنف رشید الدین (المتوفی ۷۲۸ھ) دونوں نے آٹھویں صدی ہجری کے آخر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں۔ معبر سے متعلق ان دونوں کا بیان تقریباً یکساں ہے۔ یہ دونوں لکھتے ہیں "معبر ہندوستان کی کنجی ہے چند سال پہلے سندر یا پانڈے یہاں کا دیوان تھا جس نے اپنے تین بھائیوں کے ساتھ مختلف سمتوں میں قوت حاصل کی۔ ملک تقی الدین بن عبدالرحمٰن بن محمد جو شیخ جمال الدین کا بھائی ہے اس راجہ کا وزیر اور مشیر تھا جس کو تپن اور ملسی تپن (تیم اور ملسی تیم) اور بادل کی ریاست راجہ نے سپرد کر دی تھی اور چونکہ معبر میں گھوڑے اچھے نہیں ہوتے اس لیے درمیان میں یہ معاہدہ تھا کہ جمال الدین ابراہیم دیوان کو چودہ سو مضبوط عرب گھوڑے کیش (قیس) کی بندرگاہ سے لا دیا کرے"[۲۷] اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی پوزیشن اس علاقہ میں کافی مضبوط تھی اور یہاں مسلمان غیر مسلم حکمرانوں کی ماتحت عزت اور اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہندو راجاؤں کے ساتھ مسلمانوں کی وفاداری کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ "جب سلطان علاء الدین خلجی کی فوج نے گجرات سے کارومنڈل تک زیر وزبر کر ڈالا اس وقت تمام ہندوستان میں پہلی بار یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ کارومنڈل کے راجہ کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا"[۲۸] اگرچہ اس معرکہ میں سلطان علاء الدین خلجی کا سپہ سالار ملک کافور ہی کامیاب ہوا اور بعد میں اس نے لڑنے والے مسلمانوں کو سزا دینا چاہی مگر انھوں نے قرآن اور کلمہ پڑھ پڑھ کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کیا[۲۹]۔ یہ واقعہ ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۰ء میں پیش آیا۔

۵۔ گجرات

ہندوستان میں اسلام کا پانچواں بڑا مرکز گجرات سمجھا جاتا ہے یہاں عربوں کے محبوب راجہ ولبھ رائے کی حکومت تھی جس کا ذکر عربوں نے بلہرا کے نام سے کیا ہے۔ یہ راجہ عربوں کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ عربوں کے تجارتی مراکز گجرات، کاٹھیاواڑ، کچھ اور کوکن ولبھ رائے کی سلطنت میں شامل تھے۔ سب سے پہلا عرب سیّاح اور تاجر جس نے ولبھ رائے کی بہت تعریف کی ہے وہ سلیمان تاجر ہے۔ اس نے اپنا سفر نامہ ۲۳۵ھ میں لکھا ہے۔ سلیمان ولبھ رائے کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو اور اس کی رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لیے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں۔ سلیمان کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربوں کی نوآبادیاں کثرت سے قائم ہوگئی تھیں اسی طرح دکن کے راجہ کے متعلق بھی سلیمان لکھتا ہے کہ "وہ بھی عربوں کے ساتھ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے۔" تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جب بزرگ بن شہریار ناخدا کا گزر ان علاقوں میں ہوا تو اس نے بھی ان علاقوں میں عربوں اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دیکھی۔ یہاں وہ کئی ممتاز مسلمانوں سے ملا جن میں ایک نومسلم ہندو جہاز راں تھا جس نے حج بھی ادا کیا تھا، سیراف کا ایک تاجر محمد بن مسلم جو ۲۰ سال سے زیادہ عرصہ سے ہندوستان میں مقیم تھا اور مختلف شہروں کی سیاحت کر چکا تھا اور فارس کے ایک مسلمان ابوبکر شامل تھے۔ اس نے گوا کے راجہ کا ایک مسلمان مصاحب بھی دیکھا جس کا نام موسیٰ تھا۔ عجائب الہند کے اقتباسات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد تھی اور وہ اتنے بارسوخ تھے کہ ہندو راجاؤں کے زیر اقتدار ان ہی کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات طے کرانے کے لیے مسلمان قاضی مقرر کیا جاتا تھا اور اس قاضی کو "ہنرمند" کہا جاتا تھا۔ عربوں نے ہنرمند کو ہنرمن لکھا ہے۔ تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع میں چیمور کے راجہ نے مسلمانوں کے لیے جو ہنرمند مقرر کیا تھا اس کا نام عباس بن ماہان تھا۔ مسعودی نے بھی مروج الذہب میں بلہرا کی بہت تعریف کی ہے اور بتایا ہے کہ اس کے راج میں بہت سی مسجدیں اور جامع مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ تھانہ اور کھمبایت میں بھی عربوں کی آبادیاں تھیں اور یہ علاقے بھی بلہرا کی حکومت میں شامل تھے۔" مسعودی آگے چل کر مزید لکھتا ہے کہ "سندھ اور ہندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ بلہرا کی طرح اور کسی کے راج میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں ہوئی۔ اسلام اس راجہ کی حکومت میں معزز اور محفوظ ہے اور اس کے ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ہوئی ہیں جو ہر طرح آباد ہیں۔" مسعودی نے ان مسلمانوں کا جو ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے "بیسرہ" کے نام سے ذکر کیا ہے جس کی جمع بیاسرہ ہے۔ اس کا بیان ہے کہ سنہ ۳۰۴ھ میں چیمور (میمور) میں دس ہزار مسلمان آباد تھے جن میں کچھ ایسے تھے جو ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اور باقی دوسرے مسلم ممالک بصرہ، بغداد اور عمان وغیرہ سے آئے تھے۔ مسعودی نے اس دور کے دو ممتاز مسلمانوں کے نام بھی لیے ہیں جن میں سے ایک موسیٰ بن اسحاق تاجر تھا اور دوسرے ابوسعید معروف بن زکریا تھے جو ان دنوں ہنرمند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے عہدہ پر فائز تھے۔

جنوبی ہند میں مسلمانوں کے مذکورہ بالا اہم مراکز کے علاوہ بھی مسلمانوں کے بہت سے مراکز تھے جن کا مسلمان سیاحوں نے اپنے اپنے سفرناموں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مراکش کے مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں ایسے بہت سے مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں عرب آباد تھے۔ ابن بطوطہ نے کھمبایت، گندھار، بیرم، گوگہ، چنداپور، ہنور، جاکنور، منگلور، ہیلی، معبر، جرمئین، بدھ پٹن، پنڈارانی، کالی کٹ، کولم، جالیات مالدیپ اور سیلون وغیرہ کی سیاحت اور یہاں کا آنکھوں دیکھا حال لکھا۔ یہاں وہ بے شمار عرب تاجروں اور بزرگانِ دین سے ملا تھا۔ ابوالفداء نے کولن میں مسلمانوں کی ایک خوبصورت مسجد اور احاطہ کا ذکر کیا ہے[۲۶]۔ عبدالرزاق (د ۱۴۴۲ء) نے کالی کٹ کے متعلق لکھا ہے کہ "اس شہر میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے جو یہاں کے مستقل باشندے ہیں اور یہاں ان کی دو مسجدیں ہیں جہاں وہ ہر جمعہ کو نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں[۲۷]۔"

غرض ان بیانات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا دشوار نہیں کہ ہندوستان کے جنوبی علاقہ میں مسلمان بہت پہلے سے آباد ہوئے اور ان کی تعداد، دولت و ثروت اور اقتدار میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں مسلم حکومت کے استحکام سے قبل ہی جنوبی ہند میں اسلام کے قدم جمنے لگے تھے۔

گزشتہ صفحات میں جنوبی ہند میں اسلام کی آمد و اشاعت کا جو جائزہ لیا گیا ہے اس سے اس نتیجہ پر پہونچا جا سکتا ہے کہ جنوبی ہند اور شمالی ہند میں اسلام کا تعارف مختلف انداز میں ہوا۔ جنوبی ہند میں مسلمانوں کا داخلہ پُرامن طور پر ہوا اور شمالی ہند میں وہ فاتح کی حیثیت سے آئے۔ جس طرح ہندوستان کے ان دو مختلف علاقوں میں مسلمانوں کا ورود دو جداگانہ حیثیتوں سے ہوا اسی طرح ان کے اثرات بھی مختلف النوع تھے۔ شمالی ہند میں مسلمانوں نے فاتحین کی حیثیت سے اثر و رسوخ پیدا کیا اور مسلم حکومت کے قیام کے بعد باقاعدہ اسلام کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا اس کے برعکس جنوبی ہند میں مسلمان دو حیثیتوں سے آئے۔ اوّل تجار کی حیثیت سے۔ اس حیثیت سے وہ ظہورِ اسلام سے قبل بھی آتے تھے ظہورِ اسلام کے بعد یہ تاجر مسلمان ہو گئے اور دیگر سامانِ تجارت کے علاوہ یہ اپنے ساتھ اسلامی عقائد و تعلیمات کے بیش بہا خزائن بھی لانے لگے۔ اس طرح یہ جماعت ہندوستان میں اسلام کی اوّلین داعی و مبلغ ثابت ہوئی۔ جنوبی ہند میں مسلمان عربوں کا ورود دوسری حیثیت سے ظہورِ اسلام کے بعد ہوا یعنی وہ مسلمان بزرگ اور درویش جو تبلیغ اسلام کی غرض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے یا بعض روایتوں کے مطابق سیلون میں حضرت آدمؑ کے نقشِ قدم کی زیارت کے لیے آتے تھے۔
ان دونوں جماعتوں یعنی تجار اور بزرگانِ دین کی تبلیغی کوششوں کے نتیجہ میں اسلام نے بہت سرعت کے ساتھ جنوبی ہند کے علاقوں میں اپنے قدم جمائے یہاں عربوں کی نوآبادیاں بڑی تعداد میں قائم ہوگئیں اور عرب مسلمانوں نے غیر معمولی اثر ورسوخ حاصل کرلیا جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیل گزرچکی ہے کہ عرب مسلمانوں کو بعض علاقوں میں بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی اور وہ رعایا و حکمراں دونوں طبقوں میں یکساں مقبول تھے۔ ان کے اثر و اقتدار کا یہ عالم تھا کہ انھیں بعض راجاؤں نے ارکینِ حکومت میں شامل کرلیا تھا۔ جنوبی ہند میں اسلام جس مذہبی اور سماجی پس منظر میں متعارف ہوا اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان علاقوں میں اسلام کی مقبولیت کو حیرت انگیز نہیں کہا جا سکتا لیکن عرب مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم راجاؤں کا رویہ ضرور حیرت انگیز ہے۔ عرب مسلمانوں کے ساتھ ہندو راجاؤں کے حسنِ سلوک کی مثالیں نظر سے گزرتی ہیں تو ذہن میں کئی سوالات ابھرتے ہیں۔ ملیبار میں عرب مسلمانوں کو موپلا اور نوایت کا درجہ دے کر انھیں ایک مدت تک جو احترام بخشا گیا اور راجاؤں نے بت پرست ہونے کے باوجود جس طرح مسلمانوں کے مذہب اور ان کے شعائر کا احترام کیا، کیا وہ سب کچھ محض سامری کی وصیت کے پیشِ نظر تھا؟ کارومنڈل میں تقی الدین بن عبدالرحمن کو راجہ کا وزیر اور مشیرِ خاص کیوں بنایا گیا؟ کیا مقامی لوگوں میں یہ اہلیت نہ تھی کہ وہ وزارت کے مستحق قرار پاتے یا ایک مسلمان کو منصب وزارت پر سرفراز کرنے میں کوئی دوسری مصلحت کارفرما تھی؟ گجرات کے راجہ ولبھ رائے اور عربوں کے محبوب بلہرا کا مسلمان عربوں کے ساتھ جو غیر معمولی حسن سلوک تھا اس کی توجیہ بھی آسان نہیں ہے؟ کیا مقامی راجاؤں کی عرب مسلمانوں پر یہ عنایت بے پایاں اس لیے تھی کہ وہ اپنی اندرونی کمزوریوں سے اچھی طرح واقف تھے وہ جانتے تھے کہ وہ ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان رائج طوائف الملوکی نے انھیں کھوکھلا کر دیا ہے عافیت اسی میں ہے کہ نو وارد مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرکے انھیں اپنا حلیف بنایا جائے اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مقامی راجگان مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے اندر ہی اندر خائف ہوں اور ان سے دوستانہ تعلقات بنائے رکھنے میں یہ مصلحت ہو کہ اس طرح وہ اپنے مقامی حریفوں کے ساتھ ساتھ کسی بیرونی حریف کا خطرہ مول لینا نہ چاہتے ہوں۔ یا ہندو راجاؤں اور مقامی لوگوں کے مہربان ہونے کا سبب عربوں کی بے پناہ دولت اور تجارت پر ان کا تسلط تھا؟ اور عربوں کی تجارت کی وجہ سے ہندوستان کی دولت میں جو بے پناہ اضافہ ہوا تھا کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی بناء پر مقامی لوگ ان سے دبتے تھے اور ان کا لحاظ کرتے تھے؟ پھر ہندوستان کے راجے مہاراجے دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے شاندار فاتحانہ کارناموں سے مرعوب تھے؟ اس ضمن میں خود مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی بہت سے سوالیہ نشانات چھوڑ گیا ہے۔ مسلمانوں کو جنوبی ہند میں جو اقتدار اور سہولتیں حاصل تھیں اس کا انھوں نے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ وہ اپنی حالت پر قانع کیوں رہے؟ جبکہ اس وقت مسلمانوں کی یہ حیثیت تھی کہ اگر وہ چاہتے تو بآسانی جنوبی ہند کے افقِ سیاست پر مسلم حکمرانوں کی حیثیت سے نمودار ہو سکتے تھے۔ مقامی راجاؤں کی سیاسی کمزوریاں ان کے سامنے تھیں لیکن پھر بھی انھوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ایک موقع پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ عرب اور عراقی مسلمان ہندو راجہ کی طرف سے سلطان علاء الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور کا مقابلہ کرتے ہیں۔ کیوں؟ کیا مسلمانوں پر وفا پرستی کا احساس بہت غالب تھا یا مقامی راجاؤں کے ساتھ مسلمانوں کے جو دوستانہ مراسم قائم تھے وہ ان کے خلاف کوئی اقدام کرنے میں مانع تھے؟ یا مسلمان جنوبی ہند میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی بات اس لیے نہ سوچ سکے کہ ان علاقوں میں ان کی نوآبادیاں بکھری ہوئی تھیں اور وہ یکجا و متحد نہ تھے۔ ان کی اکثریت منتشر تھی اس لیے وہ مقامی حکومتوں سے ٹکر لینے کی جرأت نہ کر سکے..... یا مسلمانوں کے اس رویہ کا سبب یہ تھا کہ وہ صرف تجارت اور تبلیغ کے لیے آئے تھے اور وہ اس وقت سیاسی کشمکش سے دور رہنا چاہتے تھے۔ مقامی راجاؤں اور مسلمانوں کے طرزِ عمل سے متعلق جہاں بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں وہیں جنوبی ہند میں اسلام کا تعارف اور اس کے اثرات بھی ایک بحث کا مواد فراہم کرتے ہیں اسلام جس سرعت کے ساتھ جنوبی ہند میں پھیلا وہ حیرت انگیز نہیں ہے بلکہ حیرت انگیز اور افسوسناک تو یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے اثرات اس علاقہ میں بہت دیرپا ثابت نہ ہو سکے۔ شمالی ہند میں جہاں مسلمان فاتحین کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے آج بھی اسلام کے اثرات نمایاں جاری وساری ہیں جبکہ جنوبی ہند میں یہ صورتحال نہیں ہے۔ حالانکہ اس علاقہ میں اسلام کے تعارف کا آغاز بڑا امید افزا تھا۔ وہ مذہب جو لادا نہیں گیا تھا بلکہ جسے لوگوں نے خود بڑھ کر قبول کیا تھا وہ کچھ ہی عرصہ بعد جمود کا شکار نظر آتا ہے اور شمالی ہند کے مقابلہ میں یہاں پیچھے رہ جاتا ہے..... کیوں؟ کیا اس لیے کہ ان علاقوں میں اسلام کی تبلیغ صحیح طور پر نہ ہو سکی تھی اور یہاں جو مسلمان آباد ہوئے وہ بنیادی طور پر تجار تھے اور ان کا اصل مقصد تجارت تھا تبلیغ دین کا کام انھوں نے ثانوی طور پر کیا، جو بہت سرعت تک جاری نہیں رہ سکا اور موثر بھی ثابت نہ ہو سکا یا اس کی وجہ یہ ہے کہ جنوبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہند کا قبولِ اسلام زیادہ تر معجزات اور بزرگانِ دین کی کرامات کا مرہونِ منت تھا۔ لوگوں نے اسلام کی اصل روح کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور یوں اسلام کا دائرۂ اثر وقتی اور محدود ثابت ہوا۔ یا جنوبی ہند میں اسلام کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہے کہ اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت کے بعد عیسائی مبلغین نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز تر کردیں جس کے باعث اسلام کے اثرات پر عیسائیت کا غلبہ ہوگیا اور یوں اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت رک گئی۔ یا اس علاقہ میں اسلام کے پیچھے رہ جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اسلام کی طرف بڑھنے والے لوگوں میں اکثریت اس طبقہ کی تھی جو سماج میں بہت گرا ہوا سمجھا جاتا تھا اور چھوٹے چھوٹے سماجی قوانین توڑ دینے کے جرم میں بھاری سزاؤں کا مستحق قرار پاتا تھا۔ ان لوگوں نے اسلام کی اصل روح کو سمجھ کر اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اسلام کی پناہ میں آکر سماجی حیثیت بنانے اور تحفظ حاصل کرنے کے لیے انھوں نے اسلام کا سہارا لیا اور یوں وہ خود اسلام کے لیے زیادہ سودمند ثابت نہ ہوسکے۔

بہرکیف جنوبی ہند میں اسلام کے تعارف، اشاعت اور ایک خوشگوار آغاز کے بعد شمالی ہند کے مقابلہ میں اس کے پیچھے رہ جانے کے متعلق یہ متعدد اور مختلف النوع سوالات ہیں جن کا تشفی بخش جواب اہل علم کے تجزیہ اور تحقیق کا منتظر ہے۔

تعلیقات و حواشی

۱ احمد امین: ضحی الاسلام، ج ا ص ۲۲۹

۲ الحسینی: سید عابد علی وجدی، ہندوستان اسلام کے سائے میں ص ۱۰۸

۳ بلگرامی، غلام علی آزاد، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص ۶

۴ ایضاً

۵ ندوی: سید سلیمان، عرب و ہند کے تعلقات ص ۴

۶ بلگرامی، غلام علی آزاد حوالہ سابق ص ۶

۷ ایضاً

۸ ندوی: سید سلیمان، حوالہ سابق ص ۳۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹ه ایضاً ص ۶

۱۰ه ڈاکٹر تاراچند: INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE P23

CIT BY HUNTER : HISTORY OF BRITISH INDIA VOL. I P 25

۱۱ه الحسینی: سید عابد علی وجدی حوالہ سابق ص ۹۸

۱۲ه سالک: عبدالمجید، مسلم ثقافت ہندوستان میں ص ۳۹ بحوالۂ منو سمرتی

۱۳ه معبری: شیخ زین الدین تحفۃ المجاہدین (اردو ترجمہ) ص ۲۲

۱۴ه مقالاتِ سلیمان ص ج ۱ ص ۱۹۲

۱۵ه ناخدا، بزرگ بن شہریار، عجائب الہند ص ۱۵۵ - ۱۵۷

۱۶ه ندوی: سید سلیمان حوالہ سابق ص ص ۲۹۱

۱۷ه فرشتہ: تاریخ ج ۲ مقالہ ہشتم سندھ ص ۳۱۱

۱۸ه سید سلیمان ندوی: دیکھئے عرب و ہند کے تعلقات ص ۲۶۷

۱۹ه بزرگ بن شہریار: حوالہ سابق ص ۱۵۶

۲۰ه بلاذری: فتوح البلدان ص ۲۲۳، ۴

۲۱ه الحسینی: سید عابد علی وجدی حوالہ سابق ص ۱۸۲

۲۲ه ایضاً ص ۱۸۲ — ۱۸۳

۲۳ه ابن بطوطہ، سفرنامہ ص ۵۷۹

۲۴ه ایضاً ص ۵۷۹

۲۵ه سامری اور زیمورین دونوں راجہ کے لقب ہیں راجہ کے اصلی نام کا پتہ آج تک نہ چل سکا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ راجہ کا اصلی نام چکرورتی تھا اور بعض کے نزدیک وہ چیرامن پیرومل تھا ملاحظہ ہو تحفۃ المجاہدین (اردو ترجمہ) ص ۱۴ علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس ۱۹۴۲ء

۲۶ه المعبری: زین الدین، حوالہ سابق ص ۱۳ — ۱۴

۲۷ه الحسینی: سید عابد علی وجدی حوالہ سابق ص ۱۳۰

۲۸ه ایضاً ص ۱۳۱ — ۱۳۲، سالک، عبدالمجید حوالہ سابق ص ۷۳

۲۹ه ملاحظہ ہو حکیم محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ کا گیارہواں مقالہ تحفۃ المجاہدین کا خلاصہ اور احکام ملیبار کا تذکرہ ضمیمہ رابع (تحفۃ المجاہدین اردو ترجمہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۰ سید سلیمان ندوی: عرب و ہند کے تعلقات ص ۲۶۷

۳۱ ڈاکٹر تارا چند: حوالہ سابق ص ۲۸

۳۲ مقالات سلیمان ج ا ص ۱۸۹

۳۳ الحسینی: سید عابد علی وجدی حوالہ سابق ص ۱۸۴

۳۴ عماد الدین اسماعیل، تقویم البلدان ص ۳۶۱

۳۵ قزوینی: زکریا بن محمد بن محمود آثار البلاد ص ۸۲

۳۶ عماد الدین اسماعیل: حوالہ سابق ص ۳۵۵

۳۷ ایضاً

۳۸ رشید الدین: جامع التواریخ ج ا ص ۶۹

۳۹ ندوی: سید سلیمان: عرب و ہند کے تعلقات ص ۲۷۴ بحوالہ امیر خسرو خزائن الفتوح مطبوعہ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ ۱۹۲۷ء ص ۱۵۷ — ۱۶۲

۴۰ ایضاً ج ۳ ص ۹۰

۴۱ ندوی: سید سلیمان حوالہ سابق ص ۲۷۷ بحوالہ سلیمان تاجر سفر نامہ ص ۲۶ - ۲۷

۴۲ ایضاً ص ۲۹، مسعودی، مروج الذہب ص ۱۴۴

۴۳ ناخدا، بزرگ بن شہریار حوالہ سابق ص ۱۵۲ — ۱۵۷

۴۴ ایضاً

۴۵ ایضاً ص ۱۴۴

۴۶ مسعودی: مروج الذہب ص ۶۹ — ۷۰ ۴۷ ایضاً ص ۱۴۴

۴۸ تارا چند: حوالہ سابق ص ۳۹ حوالہ YULE : THE BOOK OF SEA MARCO POLO, Vol. II P 314

۴۹ ایضاً ص ۳۰ CIT BY MAJOR : INDIA IN THE FIFTEENTH CENTURY NARRATIVE OF THE VOYAGE OF ABDUR RAZZAQ.

اسلام کا نظامِ معیشت : مولانا صدر الدین اصلاحی

انگریزی ترجمہ THE ISLAMIC ECONOMIC ORDER مترجم: ڈاکٹر عبد المعز منظر

قیمت ۵ روپئے۔ ملنے کا پتہ: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور۔ علی گڑھ۔ یوپی

© rasailojaraid.com